کنز الایمان تاریخ کے آئینے میں

مصنف:

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام احمد رضا محدثِ بریلوی کے اردو ترجمہ ٔ قرآن سے قبل بیسیوں اُردو تراجمِ قرآن موجود تھے مگر اتنی بڑی تعداد میں تراجم کی کیا ضرورت تھی؟ کیا شاہ برادران کے اردو تراجم قرآن کافی نہ تھے کہ اتنی بڑی تعداد میں تراجم قرآن کیے گئے۔ اصولی اعتبار سے ایک یا چند اردو تراجم کافی تھے کہ اسکو تمام مسلمان پڑھتے اور استفادہ کرتے یا جب ایک خاصی تعداد اردو ترجمہ ٔ قرآن کی سامنے آگئی تھی تو سب مسلمان مل کر ایک قرآن کے ترجمے پر متفق ہو جاتے اور اگر کسی مستند ترجمہ ٔ قرآن پر اتفاق نہ ہو پاتا تو پھر کسی ایک عالم پر اتفاق کر کے اس سے ترجمہ ٔ قرآن کرواتے تاکہ برصغیر پاک وہند میں مسلمان ایک ترجمہ پر متفق رہتے اور بغیر تفرقہ کے پُر سکون زندگی گزارتے۔ مختلف تراجمِ قرآن پڑھنے کے بعد قاری کو یہ احساس ہوتا ہے ہر مترجمِ قرآن کی فکر جدا ہے اور عقائد کے معاملے میں ہر مترجم ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ اس کی اس فکر اور جدید نظریات کو ترجمہ ٔ قرآن میں پڑھا جاسکتا ہے مترجمینِ قرآن نے جہاں 13 ویں صدی ہجری میں ترجمہ ٔ قرآن کے ذریعہ اردو زبان کے دینی ادب کو فروغ دیا وہاں انہوں نے اپنے خود ساختہ عقائد اور نظریات کو بھی ترجمہ ٔ قرآن میں بھرپور جگہ دی لیکن اس عمل سے ایک عام قاری کے اعتماد کو سخت دھچکا لگا کہ وہ اس ترجمہ ٔ قرآن کو ہی منشاءِ الٰہی سمجھنے لگا اور جو کچھ ترجمے کے ذریعہ اس کو عقیدہ ملا، وہ اس کو ہی حق سمجھا۔

قارئین کرام! 13 ویں صدی ہجری میں متعدد نئے عقائد رکھنے والے مترجمِ قرآن نے برصغیر پاک وہند میں اپنے اپنے ترجمہ ٔ قرآن کے ذریعہ فرقہ بندیوں کا ایک جال بچھادیا۔ ابتداء میں نیچری، چکڑالوی، دیوبندی، پرویزی، اہلِ قرآن، اہلِ حدیث، قادیانی، وغیرہ وغیرہ نہ جانے کتنے نئے نئے نظریات رکھنے والے سامنے آئے اور انہوں نے اپنے عقائد کے پرچار کیلئے قرآن کا سہارا لیا اور اپنے عقائد انہوں نے ترجمہ ٔ قرآن کے ذریعے لوگوں تک پہنچائے اور عام لوگ صحیفے قرآن کے ترجمہ کو بھی روحِ قرآن سمجھتے ہوئے اس پر یقین کرتے چلے گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے برصغیر میں عقائد کی ایک جنگ چھڑ گئی۔ برصغیر میں جہاں ایک طرف اردو زبان فروغ پارہی تھی تو دوسری طرف ترجمہ ٔ قرآن کے ذریعہ تفرقہ کی آگ سلگائی جارہی تھی اور ہر کوئی ترجمہ ٔ قرآن سے سہارا لے رہا تھا۔ شاید ان ہی حالات کیلئے قرآن میں ایک جگہ ارشاد موجود ہے:-

يضل به كثيرا ويهدى به كثيرا وما يضل به الا الفسقين (البقرۃ:۲۶)

اللہ بہتیروں کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہتیروں کو ہدایت فرماتا ہے۔

اور اس سے انہیں گمراہ کرتا ہے جو بے حکم ہیں۔

قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے نازل کیا کہ یہ ہر دور میں حق وباطل میں امتیاز بتائے۔ 13 ویں صدی ہجری بر صغیر پاک وہند میں اس لحاظ سے بڑی ابتر تھی کہ انگریز یہاں مختلف سازشوں کے ذریعہ مسلمانوں کو آپس میں لڑوا رہا تھا۔ اس نے مسلمانوں کے درمیان خونی جنگ سے ابتداء نہ کی بلکہ اس نے مسلمانوں کی یکجہتی ختم کرنے کیلئے نام نہاد مسلمانوں اور نام نہاد علماء کے ذریعہ اوّل ترجمہ قرآن کے ذریعہ لوگوں کو منتشر کرنے کی سازش کی اور دوسری طرف اس نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اور عظمتوں کو کم کرنے کیلئے نام نہاد مسلمانوں سے ایسی باتیں قلم سے لکھوائیں جو 13 سو سال میں کسی نے نہ لکھیں اور ان کے ذریعہ مسلمانوں کو منتشر کردیا۔ لہٰذا ان حالات کے پس منظر میں ایک جامع، مستند اور صحیح العقیدہ ترجمہ کی ضرورت تھی۔

اللہ تعالیٰ نے امام احمد رضا سے ترجمہ قرآن کا کام لیا۔ امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن میں اسلاف کے عقائد کا رنگ نمایاں ہے بالخصوص بر صغیر پاک وہند کے اکابرین مثلاً حضرت عبد الحق محدثِ دہلوی، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی، حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی، حضرت شاہ برکت اللہ مارہروی، حضرت نظام الدین اولیاء، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہم الرضوان۔

قارئین کرام کے ذہن میں یہ سوال بھی جگہ پا سکتا ہے کہ اس کا کیا بین ثبوت کہ امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن ہی مستند ہے اور باقی تراجم مستند تراجم نہیں۔ یقیناً یہ سوال قاری کے ذہن میں آسکتا ہے اس کیلئے راقم اصولِ ترجمہ قرآن کی کسوٹی پیش کرتا ہے پھر قاری خود فیصلہ کرے کہ کون سا مترجم مستند ہے اور کون سا نہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ / ۱۵۰۵ء) مفسر قرآن کیلئے بیسیوں علوم پر دسترس کو لازمی قرار دیتے ہیں جن میں سے چند نقل کئے جارہے ہیں:۔

علم اللغۃ، علمِ نحو، صرف، علمِ معانی وبیان، علمِ اصولِ دین، علمِ اصول فقہ، علمِ حدیث، علمِ ناسخ ومنسوخ، علم التاریخ، علم محاورات عرب وغیرہ وغیرہ۔ (الاتقان فی علوم القرآن، جلد ۲، ص ۱۸۵، سہیل اکیڈمی، لاہور)

علامہ جلال الدین سیوطی کی بیان کردہ شرائط کی روشنی میں مترجم قرآن کی ذمہ داری مفسر قرآن سے بھی زیادہ بنتی ہے کیونکہ مترجم قرآن کو بہت ہی محدود الفاظ میں وہی کچھ کہنا یا لکھنا ہے جو منشاءِ الٰہی ہے اور یہ کام ناممکن نہیں تو مشکل ترین ضرور ہے۔ تمام احتیاط کے ساتھ مستند ترجمہ جب ہی ممکن ہے کہ مترجم قرآن تمام تفاسیر، تمام کتب حدیث، فقہ وتاریخ پر دسترس کے ساتھ ساتھ عربی زبان وادب پر کامل عبور رکھتا ہو۔ ساتھ ہی وہ عبقری شخصیت کا مالک ہو۔ علاوہ ازیں مترجم قرآن اصل ماٰخذ عربی زبان سمجھنے کی حد درجہ صلاحیت رکھتا ہو۔ احقر اس میں صرف یہ اضافہ کرے گا کہ مترجم قرآن تمام دینی علوم کے ساتھ ساتھ

تمام دنیاوی علوم کو بھی سمجھتا ہو کہ قرآن میں ہر علم سے متعلق آیات موجود ہیں اور ترجمہ کرتے وقت ضروری ہے کہ مترجم اس علم کو بھی جانتا ہو اور پھر اس علم سے متعلق اصطلاحات کو ترجمہ میں استعمال کرے تاکہ اس علم کی نشاندہی ہو سکے۔

ان حقائق اور قوانینِ تفاسیر و ترجمہ کے آئینے میں جب آپ اردو مترجمینِ قرآن کو دیکھیں گے تو آپ کو اکثر مترجمین اس کسوٹی پر پورے اترے ہوئے نظر نہیں آئیں گے کیونکہ اکثر مترجمینِ قرآن کنزالایمان سے قبل کے اور متعدد مترجم قرآن کنزالایمان کے بعد کے بھی، مستند عالمِ دین ہی نہیں ہیں اور ان کی کوئی مستند کتب نہ اصولِ دین پر ہیں نہ اصولِ حدیث و تفسیر پر ہیں نہ ہی فقہ پر دسترس ہے اور نہ ان کی عربی زبان میں کوئی تصنیف ہے جس سے ان کی قابلیت کا اندازہ لگایا جاسکے۔ اصل عربی متن قرآن سے ترجمہ کرنے والا بھی شاید کوئی ایک بھی مترجم سوائے امام احمد رضا کے نظر نہ آئے گا۔ تمام مترجمینِ قرآن نے ترجمہ کرتے وقت اپنے سے قبل اردو تراجم سامنے رکھے ہیں یا انہوں نے صرف لغت کا سہارا لیا ہے۔ آپ معروف مترجمین کے حالات کا مطالعہ کریں، اکثریت آپ کو صحافی پیشہ نظر آئے گی یا کسی نہ کسی نئے فرقے کا بانی یا ان کا پیروکار نظر آئیگا ان تمام فرقوں میں کسی فرقے کی عمر سو برس بھی نہیں ہے اور ان تمام مترجمینِ قرآن میں ایک بھی مترجم ایسا نہیں ہے جس کو دین و دنیا کے تمام علوم پر دسترس حاصل ہو سوائے امام احمد رضا محدثِ بریلوی کے۔ اور یہ محبت یا عقیدت میں نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ حقیقت پر مبنی ہے کہ امام احمد رضا نے ایک ہزار سے زائد رسائل ایک سو سے زیادہ علوم و فنون پر اردو، فارسی اور عربی میں لکھے۔

فقہ میں ان کا عظیم قلمی شاہکار بارہ جلدوں پر مشتمل فتاویٰ رضویہ ہے جس کے ہر ہر مسئلہ میں قرآن و حدیث و فقہ کے اصول سے استفادہ کیا گیا ہے۔ دوسری طرف دیگر مترجمینِ قرآن پر اجمالی نظر ڈالئے، سرسید احمد خان، دنیاوی ماہر تعلیم اور گورنمنٹ کے ملازم۔ مولوی عاشق الٰہی میرٹھی، عام مدرس۔ مولوی فتح محمد جالندھری، کے سوائے ترجمۂ قرآن کے اور کوئی تصنیف نہیں۔ ڈپٹی نذیر احمد دہلوی، افسانہ نگار۔ مولوی محمود الحسن دیوبندی، دیوبندی عالم دین۔ مولوی مرزا وحید الزماں، اہل حدیث۔ مولوی اشرف علی تھانوی، معروف دیوبندی عالم مگر شانِ رسول میں گستاخ۔ ابو الکلام آزاد، صحافی۔ مولوی مودودی، صحافی و سیاستدان۔ مولوی عبد اللہ، چکڑالوی، اہلِ قرآن۔ غلام احمد پرویز، فرقۂ پرویز کا بانی۔ (تفصیل کیلئے احقر کا Ph.D. تھیس بعنوان کنزالایمان اور معروف تراجم قرآن کا مطالعہ ضرور کریں)

فیصلہ قاری خود کر سکتا ہے کہ کون سا مترجم قرآن مستند ہے۔

برصغیر پاک وہند میں ایک صدی کے اندر کثیر تعداد میں نئے نئے فرقے سامنے آئے اور ہر فرقے کا اپنا ترجمہٗ قرآن ہے جو اس فرقے کے نظریات کی تائید کرتا ہے مگر عام قاری کیونکہ عربی زبان سے نابلد ہوتا ہے اس لئے وہ ہر فرقے کے ترجمے کو ترجمہٗ قرآن ہی سمجھتا ہے اور اس دھوکے میں آکر اس کو ہی اپنا عقیدہ بنالیتا ہے۔

امام احمد رضا کے احباب نے آپ سے گزارش کی کہ ملتِ اسلامیہ غیر مستند اردو تراجمِ قرآن کے باعث فرقہ بندیوں کا شکار ہو رہی ہے اور روزانہ نئے فرقے اور عقائد سے دوچار ہو رہی ہے، اس لئے آپ ایک مستند ترجمہٗ قرآن لکھیں تاکہ ملتِ اسلامیہ کو راہِ نجات ملے۔ چنانچہ امام احمد رضا خان جو پہلے ہی پورے دن میں بائیس گھنٹے مسلسل دین کی خدمت میں قلم کے ذریعہ مصروفِ عمل تھے، اس ذمہ داری کو بھی قبول کیا اور مغرب و عشاء کے درمیان (جو آپ کا آرام اور وظائف پڑھنے کا وقت تھا) مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی کو کہا کہ آپ میرے پاس آجایا کریں۔ جیسے جیسے وقت ملے گا، احقر ترجمہ املا کروادے گا۔ حضرت مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ نے حکم کے مطابق ان اوقات میں ان کے پاس بیٹھنا شروع کردیا۔

امام احمد رضا نے قرآن مجید کا ترجمہ املا کروانا شروع کیا۔ اس دوران کوئی تیسرا آدمی نہ ہوتا۔ مولانا امجد علی آیت تلاوت کرتے جاتے اور امام احمد رضا فی البدیہہ ترجمہ لکھواتے جاتے اور دورانِ ترجمہ کسی آیت کیلئے بھی نہ لغت کی ضرورت پیش آئی نہ کسی تفسیر کو دیکھا نہ کسی اور ترجمہٗ قرآن کو سامنے رکھا۔ ایک ایک گھنٹے میں ایک، آدھ پارے کا ترجمہ لکھوادیا اور کبھی کسی لفظ یا جملے کو دوبارہ لکھوانے کی ضرورت پیش نہیں کی۔ مولانا امجد علی بعض دفعہ مطمئن نہ ہوتی مگر جب وہ تفسیر یا لغت دیکھتے، ان کو وہی ترجمانی نظر آتی جو امام احمد رضا نے ترجمہ میں کی تھی۔ (ھٰذا من فضل ربی)

امام احمد رضا کے ترجمہٗ قرآن کے مخطوطے سے اس بات کی واضح نشاندہی ہوتی ہے کہ ترجمہ تقریباً سال، ڈیڑھ سال کے اندر ۲۸ جمادی الآخر ۱۳۳۰ھ کو مکمل ہوا جو جلد ہی مراد آباد کے پریس سے شائع ہوا۔ اوّل صرف ترجمہ شائع ہوا تھا اور بعد میں مولانا نعیم الدین مراد آبادی کے حاشیہ کے ساتھ شائع ہونا شروع ہوا جو آج تک شائع ہو رہا ہے۔

احقر نے پاک وہند کے اکثر علماء سے رابطہ کرکے اس اوّل ترجمہٗ قرآن جو بغیر حاشیہ کے شائع ہوا تھا، حاصل کرنے کی کوشش کی مگر اس میں کامیابی نہ ہوئی۔ البتہ قدیم ترین ترجمہ جو حاشیہ خزائن العرفان کے نام سے مراد آباد سے شائع ہوا، وہ احقر کے پاس موجود ہے۔

امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کو جلد ہی ایک مستند ترجمہ قرآن کی حیثیت حاصل ہو گئی جس کا بین ثبوت اس کی لاتعداد اشاعت ہے۔ برصغیر پاک وہند کا کوئی مکتبہ ایسا نہ ہو گا جہاں یہ ترجمہ قرآن موجود نہ ہو۔ ابھی چونکہ عوام اہل سنت کی تعداد دیگر فرقوں کی مجموعہ تعداد سے بھی زیادہ ہے، اس لئے عوام الناس کی کثیر تعداد اس ترجمے کو برابر خرید رہی ہے اس لئے اس کی مقبولیت برقرار ہے۔

احقر کے خیال میں کنزالایمان کی فروخت نے دیگر فرقے کے ترجمے شائع کرنے والوں کے کاروبار کو جب بالکل ٹھپ کر دیا تو انہوں نے اپنے کاروبار کو سنبھالنے کیلئے دیگر فرقوں کے علمائے کرام سے مل کر ایک سازش تیار کی کہ کسی طرح کنزالایمان پر پابندی لگائی جائے تاکہ ہمارے ترجمے بھی لوگ خریدیں اور پڑھیں۔ چنانچہ غیر اہل سنت کے علماء جمع ہوئے۔ انہوں نے غور وفکر کیا اور پابندی لگوانے کی وہاں سفارش کی جہاں کی زبان اردو نہیں، عربی ہی مگر وہ اپنی سازش میں کامیاب ہوئے۔ ان علماء کی سفارش پر ۱۹۸۲ء میں سعودی عرب، کویت اور امارات پر اردو زبان کے ترجمہ قرآن کنزالایمان پر پابندی لگادی۔ ساتھ ہی ساتھ ایک سازش یہ بھی کی گئی کہ کنزالایمان کی مقبولیت کو مزید کم کرنے کیلئے اور لوگوں کو اس سے دور کرنے کیلئے سعودی حکومت کو سفارش کی گئی کہ حج کے موقع پر اردو زبان والے حجاج کو مولوی محمود الحسن دیوبندی کا ترجمہ قرآن تحفتاً دیا جائے تاکہ ہر سال برصغیر پاک وہند کے اردو بولنے والے مسلمان اس ترجمہ کو پڑھ کر اپنے عقائد کنزالایمان سے بدل کر اس نئے ترجمے کے مطابق کرلیں۔ چنانچہ ۱۹۸۲ء سے یہ عمل آج تک جاری ہے اور ہر سال لاکھوں کی تعداد میں مولوی محمود الحسن کا ترجمہ قرآن نہایت خوبصورت آرائش کے ساتھ چھپا ہوا اردو بولنے والے حجاج کو حج سے واپسی پر زم زم کے ساتھ ساتھ تحفۃً پیش کیا جاتا ہے۔ آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ اب کتنی بڑی تعداد اردو ترجمہ قرآن کنزالایمان سے دور ہوتی جارہی ہے۔

قارئین کرام! آپ کی معلومات کیلئے محمود الحسن کے ترجمہ قرآن کا مختصر تعارف پیش کررہا ہوں ملاحظہ کیجئے:۔

محمود الحسن دیوبندی ۱۲۸۸ھ / ۱۸۷۲ء میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہوئے اور اسی مدرسے میں تدریسی خدمات انجام دینے لگے۔ ۱۹۱۳ء تک اسی دارالعلوم میں خدمت انجام دیتے رہے۔ مولوی قاسم نانوتوی اور مفتی رشید احمد گنگوہی کی شاگردی حاصل ہوئی جب کہ ان کے تلامذہ میں مولوی حسین احمد مدنی، مولوی عبید اللہ سندھی، مولوی انور شاہ کشمیری، مولوی احمد علی لاہوری اور مولوی الیاس کاندھلوی (بانی، تبلیغی جماعت) کے نام قابل ذکر ہیں۔ مالٹا کے جزائر میں ۱۹۱۷ء تا ۱۹۱۹ء قید رہے۔ اسی دوران ترجمہ قرآن کا کام مکمل کیا جس کی تفصیل وہ خود بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:۔

عاجز محمود ابن مولوی ذوالفقار علی عرض کرتا ہے کہ بعض احباب نے بندے سے درخواست کی کہ قرآن شریف کا ترجمہ سلیس مطالب خیز اردو زبان میں مناسب حال زمانہ کیا جائے تاکہ لفظی اغلاط جو بعض آزاد پسند صاحبوں کے ترجمے سے لوگوں میں پھیل رہی ہیں۔ ان سے بچاؤ کی صورت نکل آئے۔

اس عاجز نے اس درخواست کے جواب میں عرض کیا کہ اکابر کے فارسی و اردو کے تراجم موجود ہیں۔ پھر اب کسی جدید اردو ترجمہ کی کیا حاجت بجز اس کے کہ اسمائے مترجمین میں ایک نام اور زیادہ ہو جائے اور کوئی نفع نہیں اور اگر یہ اکابر قرآن مقدس کی اس ضروری خدمت کو انجام نہ دیتے تو اس شدت ضرورت کے وقت میں ترجمہ بہت دشوار ہوتا۔ علماء کو صحیح اور معتبر ترجمہ کرنے کیلئے متعدد تفاسیر کا مطالعہ کرنا پڑتا اور بہت ہی فکر کرنا ہوتا اور ان وقتوں کے بعد بھی شاید ایسا ترجمہ نہ کر سکتے جیسا کہ اب کر سکتے ہیں۔ (مولوی محمود الحسن، مقدمہ ترجمہ قرآن، ص ۱، دار التصنیف، کراچی)

آگے چل کر شاہ برادران یعنی حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی و شاہ عبد القادر کے تراجم قرآن کو سراہتے ہوئے رقمطراز ہیں، زیادہ کہتے ہوئے ڈرتا ہوں مگر اتنا ضرور کہتا ہوں کہ ہم جیسوں کا ہرگز کام نہیں۔ اگر ہم ان کے کلام کی خوبیوں کو اور ان اغراض و اشارات کو جو ان کے سیدھے سیدھے مختصر الفاظ میں ہی سمجھ میں آجائیں تو ہم جیسوں کے فخر کیلئے یہ امر بھی کافی ہے۔ (ایضاً، ص ۲)

مزید خود ترجمہ کرنے سے متعلق رقم طراز ہیں:۔

تراجم موجودہ صحیح و معتبرہ کے ہوتے ہوئے ہمارا جدید ترجمہ لہو لگا کر شہیدوں میں شامل ہونا ہے جس سے نہ مسلمانوں کو کوئی نفع معتبرہ پہنچ سکتا ہے نہ ہم کو بلکہ جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ ہمارا جدید ترجمہ کرنا گویا زبانِ حال سے یہ کہنا ہے کہ تراجم موجودہ میں کوئی خلل ہے جس کا تدارک کیا جارہا ہے یا ہمارے ترجمے میں کوئی خوبی اور منفعت زیادہ ہے جس کی وجہ سے جدید ترجمہ کی حاجت ہوئی تو ہم کو جدید ترجمہ کرنا فضول سے بڑھ کر نہایت مذموم اور مکرر نظر آتا ہے۔ (ایضاً، مقدمہ، ص ۲)

آخر میں اپنے ترجمہ کی غایت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

اسلئے اس ننگِ خلائق کو یہ خیال ہوا کہ حضرت شاہ عبد القادر دہلوی کے مبارک مفید ترجمہ میں لوگوں کو جو کل دو خلجان ہیں یعنی ایک بعض الفاظ و محاورات کا متروک ہو جانا، دوسرے بعض بعض مواقع میں ترجمے کے الفاظ کا مختصر ہونا جس سے اپنے مفید و قابل قدر ترجمہ کے متروک ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ سو اگر غور و احتیاط کے ساتھ الفاظ متروکہ کی جگہ الفاظ مستعملہ لے لئے جائیں اور اختصار و اجمال کے موقعوں کو تدبر کے ساتھ کوئی لفظ مختصر زائد کر کے کھول دیا جائے تو یہ عمل مستقل ترجمہ سے زیادہ مناسب ہے اور مفید بھی۔ (ایضاً، مقدمہ ترجمہ قرآن، ص ۲)

مولوی محمود الحسن دیوبندی کا اعتراف اور ان کا کیا ہوا ترجمۂ قرآن کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ مولوی محمود الحسن مترجم قرآن نہیں ہیں کیونکہ اس ترجمہ میں نوے فیصد ترجمہ شاہ عبد القادر دہلوی کا ہی استعمال ہوا ہے جس کا آپ نے خود اقرار کیا اور اِک اور ترجمہ شاہ عبد القادر دہلوی میں صرف چند مقامات پر متروک الفاظ کو بدل دیا، کچھ محاورات تبدیل کئے البتہ اپنے عقائد اور نظریات کو بھرپور جگہ دی ہے جو عقائد اہلِ دیوبند کے تھے۔ یہ حقیقت ہے کہ شاہ عبد القادر دہلوی یا شاہ عبد العزیز دہلوی یا ان کے والد شاہ ولی اللہ دہلوی اور ان کے دادا شاہ عبد الرحیم دہلوی کے عقائد و نظریات ہرگز ہرگز وہ نہ تھے جو اہل دیوبند کے ہیں جبکہ محمود الحسن دیوبندی کا ترجمۂ قرآن عقائد میں اہلِ دیوبند کی نمائندگی کرتا ہے جس کے اصل عقائد نجدی ہیں۔ محمود الحسن دیوبندی کے ترجمۂ قرآن کو اس لئے تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ اہل دیوبند کے عقائد لوگوں کے ذہنوں میں راسخ کئے جائیں۔

کنز الایمان پر جب پابندی لگوائی گئی تو اہلِ سنت وجماعت کے عوام برصغیر پاک وہند میں سراپا احتجاج بن گئے۔ دنیا بھر میں بڑے بڑے جلسے اس پابندی کے خلاف منعقد کئے گئے اور اہلِ عرب سے مطالبہ کیا گیا کہ یہ پابندی جلد ہٹائی جائے۔ اس احتجاج کے باعث کچھ نرمی ضرور برتی گئی مگر مستقل پابندی سالوں لگی رہی۔ اب آہستہ آہستہ یہ پابندی مکمل طور ختم کردی گئی ہے لیکن اہل دیوبند نے اس پابندی سے خاصا فائدہ حاصل کرلیا۔

اللہ کی شان دیکھئے کہ سالوں پابندی لگی رہی مگر کنز الایمان کی ترسیل میں کمی آنے کے بجائے اضافہ ہوتا چلا گیا۔ جس مقصد کیلئے انہوں نے پابندی لگوائی تھی کہ پابندی کے بعد عوام امام احمد رضا کا ترجمۂ قرآن نہیں خریدینگے مگر سازش ناکام ہوگئی کنز الایمان کے مقابلے میں برصغیر پاک وہند کے مکتبوں میں محمود الحسن کے ترجمہ قرآن کی ترسیل نہ ہوسکی جبکہ کنز الایمان کی مانگ اتنی بڑھ گئی کہ برصغیر پاک وہند کے تمام ہی بڑے بڑے مکتبے اور مطبع خانے اس اشاعت میں مصروف ہوگئے اور سب ترجمے فروخت ہوتے رہے۔ آج بھی اگر معلومات اکٹھا کی جائیں تو تمام تراجم کی فروخت ایک طرف اور کنز الایمان کی فروخت ان سب کے مجموعے سے بھی زیادہ ہوگی۔ خدا عوام الناس کے عقائد کو سلامت رکھے اور کنز الایمان سے افادہ کی سعادت نصیب کرے۔

کنز الایمان پر پابندی لگنے کے بعد پاک وہند کے اندر بے شمار مقامات پر احتجاجی جلسے منعقد ہوئے، ریلیاں نکالی گئیں اور علمی مذاکرے ہوئے۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا جو ۱۹۸۰ء میں چند احبابِ اہل سنت کی مشاورت سے قائم ہوا تھا۔ اس نے اس پابندی کے خلاف قلمی جہاد کا کام کیا اور اپنی سالانہ کانفرنسوں میں مسلسل کنز الایمان کے حوالے سے مقالات پڑھوائے، لکھوائے۔ اس کے علاوہ بھی ادارے کی کاوشوں سے اہل قلم نے کنز الایمان کے حوالے سے جو مقالات تحریر کئے تھے، ان کی تفصیل ملاحظہ کیجئے:۔

- پروفیسر امتیاز احمد سعید۔ کنز الایمان کا ترجمہ قرآن مجید کنز الایمان۔ معارفِ رضا ۱۹۸۵ء
- پروفیسر ڈاکٹر رشید احمد جالندھری۔ ترجمہ قرآن مولانا احمد رضا خان۔ معارفِ رضا ۱۹۹۴ء
- مولوی سعید بن یوسف زئی (اہل حدیث) ۔ کنز الایمان ایک اہلِ حدیث کی نظر میں۔ معارفِ رضا ۱۹۸۳ء
- محترمہ ڈاکٹر صالحہ عبد الحکیم شرف۔ مولانا احمد رضا خاں اور ان کا ترجمہ قرآن۔ معارفِ رضا ۱۹۹۴ء
- عبد الستار طاہر مسعودی۔ کنز الایمان علم ودانش کی نظر میں۔ معارفِ رضا ۱۹۸۹ء
- مولانا غلام مصطفیٰ رضوی۔ کنز الایمان اور تحقیقی امور۔ معارفِ رضا ۲۰۰۵ء
- ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر۔ کنز الایمان کے ایک علمی تجزیے کا جائزہ۔ معارفِ رضا ۱۹۹۶ء
- مولانا فضل القدیر ندوی۔ کنز الایمان وخزائن العرفان۔ معارفِ رضا ۱۹۹۴ء
- پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری۔ قرآن، سائنس اور امام احمد رضا۔ معارفِ رضا ۱۹۸۹ء
- پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری۔ کنز الایمان کی امتیازی خصوصیات۔ معارفِ رضا ۲۰۰۴ء
- پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری۔ سائنس، ایمانیات اور امام احمد رضا۔ معارفِ رضا ۲۰۰۰ء
- پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری۔ کنز الایمان اور دیگر اردو تراجم قرآن (مقالہ Ph.D. ۔ ۱۹۹۹ء)
- پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری۔ اردو تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ۔ معارفِ رضا ۲۰۰۷ء
- پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری۔ کنز الایمان میں سائنسی مصطلحات۔ ۲۰۰۳ء
- علامہ محمد حنیف رضوی بریلوی۔ علم تفسیر میں امام احمد رضا کا مقام۔ معارفِ رضا ۲۰۰۸ء
- روفیسر محمد طاہر القادری۔ کنز الایمان کا اردو تراجم میں مقام۔ معارفِ رضا۔ ۱۹۸۵ء
- پروفیسر ڈاکٹر محمد طفیل۔ قرآن حکیم فتاویٰ رضویہ کا اصل ماخذ۔ معارفِ رضا ۱۹۹۴ء
- پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔ کنز الایمان کی ادبی جھلکیاں۔ معارفِ رضا ۱۹۹۲ء
- علامہ نوشاد عالم چشتی۔ کنز الایمان اور عظمتِ رسالت۔ معارفِ رضا ۱۹۹۴ء
- علامہ سیّد وجاہت رسول قادری۔ قرآن پاک کے اردو تراجم کا تقابلی جائزہ۔ معارفِ رضا ۱۹۸۹ء

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے علاوہ متعدد مکتبوں نے مختلف اہلِ قلم کے مقالات، مضامین اور کتابیں کنز الایمان کے حوالے سے شائع کیں۔ ان میں سے چند معروف کی تفصیل بھی ملاحظہ کیجئے:۔

- امام احمد رضا کا ترجمۂ قرآن حقائق کی روشنی میں۔ از مولانا اختر رضا خاں ازہری (المیزان، امام احمد رضا نمبر)
- امام احمد رضا اور اردو تراجمِ قرآن کا تقابلی مطالعہ۔ از علامہ سیّد محمد مدنی اشرفی جیلانی (المیزان، امام احمد رضا نمبر)
- کنز الایمان اور معارف القرآن۔ (المیزان، امام احمد رضا نمبر)
- امام احمد رضا اور ترجمۂ قرآن کی خصوصیات۔ از مولانا حکیم خلیل الرحمٰن (المیزان، امام احمد رضا نمبر)
- کنز الایمان پر اربابِ علم ودانش کے تاثرات۔ از کلیم احمد قادری (سہ ماہی افکارِ رضا، ۲۰۰۷ء)
- کنز الایمان اور عظمتِ توحید۔ از جناب یٰسین اختر مصباحی (القول السدید، جولائی ۱۹۹۵ء)
- فاضل بریلوی کا ترجمہ کنز الایمان۔ از ڈاکٹر فضل الرحمن شرر مصباحی (ماہنامہ 'قاری' تعلیماتِ قرآن نمبر)
- کنز الایمان۔ تفاسیر کی روشنی میں۔ از مولانا عبد اللہ خاں صاحب عزیزی بستی (القول السدید، ستمبر ۱۹۹۲ء)
- ترجمۂ قرآن۔ مولوی فتح جالندھری۔ از صاحبزادہ سیّد محمد زین العابدین راشدی (القول السدید، جون ۱۹۹۲ء)
- صاحبِ کنز الایمان۔ از ابو طیب نذیر فریدی (نور الحبیب، جون ۱۹۹۱ء)
- کنز الایمان پر اعتراض کا تحقیقی جائزہ۔ از محمد آفتاب عالم رحمانپوری (اعلیٰ حضرت، اپریل ۱۹۸۹ء)
- دولتِ عشق وایمان یعنی کنز الایمان۔ از سیّد کفیل احمد ہاشمی، بریلی شریف (اعلیٰ حضرت، مارچ ۲۰۰۲ء)
- ایک اہم جملہ اور اس کا فکری وفنی تجزیہ۔ از مفتی محمد شمشاد حسین رضوی (اعلیٰ حضرت، فروری ۲۰۰۷ء)
- ترجمانِ قرآن۔ امام احمد رضا خان۔ از علامہ عبد الحکیم شرف قادری (ماہنامہ کاروانِ قمر، فروری ۲۰۰۸ء)
- اعلیٰ حضرت کا بے مثال ترجمۂ قرآن، کنز الایمان۔ از مولانا بدر الدین احمد قادری (مصلح الدین، مارچ ۲۰۰۸ء)
- انوارِ کنز الایمان۔ از محمد وارث جمال (ناشر مکتبہ غوثیہ، بمبئی)
- کنز الایمان پر اعتراضات کا علمی محاسبہ۔ از خواجہ غلام حمید الدین سیالوی مدظلہ (رضا اکیڈمی، لاہور، ۲۰۰۱ء)
- الرد علی الشبہ اثارۃ حول کنز الایمان۔ از فضیلۃ الشیخ غلام حمید الدین سیالوی (اکادیمیۃ رضا، لاہور ۲۰۰۱ء)

❖ شانِ کنز الایمان۔ ازمولانا محمد توفیق احمد نعیمی، قاضی امان اللہ صاحب (شہید امت علیہ الرحمۃ اکیڈمی، اسلام آباد، آزاد کشمیر، ۱۹۹۶ء)

❖ کنز الایمان کی امتیازی شان۔ از: محمد ارشد حسین قادری (ادارہ کنز الایمان، سندھ)

❖ خصائص کنز الایمان۔ ازعلامہ عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری (مرکزی مجلس امام اعظم، لاہور)

❖ محاسن کنز الایمان۔ ازملک شیر محمد اعوان نواب آف کالاباغ (رضا اکیڈمی، لاہور ۲۰۰۸ء)

❖ کنز الایمان اور تحقیقی امور۔ ازغلام مصطفیٰ رضوی (نوری مشن، مالیگاؤں)

❖ کنز الایمان کے خلاف سازش اور اس کا مثبت جواب۔ ازعلامہ الستار خان نیازی۔ (مرکزی مجلس رضا، لاہور، ۱۴۰۳ھ)

امام احمد رضا کے ترجمہ کنز الایمان کی اشاعت کے بعد ستر تا اسی سال تک کسی نے ترجمہ قرآن کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ ایک مستند ترین ترجمے کے بعد مزید ترجمہ کرنا سورج کے آگے چراغ دکھلانے کے مترادف تھا۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ جب اللہ عزوجل کے فضل و کرم سے ایک چیز کو شہرتِ دوام حاصل ہو جائے۔ اس کے بعد اس جیسی دوسری چیز کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ مثلاً اس دنیا میں خلافتِ راشدہ جیسی حکومت دوبارہ قائم نہیں ہو سکتی۔ یہ بات نہیں کہ یہ قدرت کیلئے ممکن نہیں (معاذ اللہ) بلکہ اللہ عزوجل کی بھی یہ سنت ہے کہ وہ ایک ہی دفعہ ایک شاہکار تخلیق دیتا ہے جیسے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ والا۔ اب ان جیسا دوسرا ناممکن ہے۔ اسی لئے ان کو آخر میں بھیجا تاکہ بقیہ انبیائے کرام کی فضیلتیں متاثر نہ ہوں۔ اسی طرح انبیاء کے بعد خلافتِ راشدہ اس کے فضل و کرم سے دنیا میں قائم ہوئی، اب ایسی جیسی خلافت ناممکن ہے۔ اس نے فقہائے کرام میں امام ابو حنیفہ کو فہم و ذکا عطا کی، اب ان جیسا امام مطلق ممکن نہیں۔ اس نے سیّدنا عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کو طریقت میں اعلیٰ مقام عطا فرما دیا کہ اب ان جیسا صاحبِ طریقت قیامت تک ممکن نہیں۔ اسی طرح اللہ عزوجل نے امام احمد رضا سے جہاں اور دین کی خدمات لیں، وہاں ان سے قرآن کریم کا ایسا جامع ترجمہ کروا دیا کہ اب اسکے بعد کسی اور ترجمہ کی ضرورت نہیں یہ ترجمہ قرآن اُردو ملتِ اسلامیہ کیلئے قیامت تک صحیح العقیدہ ترجمانی کرتا رہے گا۔

خدمت قرآنِ پاک کی وہ لاجواب کی
راضی رضا سے صاحبِ قرآں ہے آج بھی

(مرزا ادیب)

پچھلے پندرہ بیس سالوں میں اہلِ سنت کی طرف سے بھی کئی اردو ترجمہ قرآن سامنے آئے ہیں جن کی اولاً ضرورت نہ تھی مگر انہوں نے ترجمہ قرآن کو سعادت سمجھتے ہوئے یہ خدمت انجام دی۔ مثلاً

- ترجمہ قرآن البیان۔ حضرت علامہ سعید احمد شاہ کاظمی
- ترجمہ قرآن عرفان القرآن۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری
- ترجمہ قرآن۔ علامہ مفتی سرور قادری
- تبیان القرآن۔ مولوی غلام رسول سعیدی
- ضیاء القرآن۔ پیر کرم شاہ الازہری

مگر ان تمام تراجم کو وہ مقبولیت حاصل ہی نہ ہو سکی جو کنز الایمان کو حاصل ہے۔ پچھلے دور کے علماء نے امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کو حرفِ آخر سمجھا اور انہوں نے ترجمہ کرنے کی بجائے اس ترجمہ قرآن کی روشنی میں تفاسیر لکھیں اور ترجمہ کنز الایمان برقرار رکھا۔ ان مفسرین کی عظمتوں کو سلام جنہوں نے اس حقیقت کو تسلیم کیا کہ امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن سے بہتر ترجمہ ممکن ہی نہیں۔ اسلئے انہوں نے تفاسیر لکھیں اور اس کمی کو پورا کیا جو امام احمد رضا اپنی مصروفیت کے باعث نہ کر سکے۔

امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کا جب کسی عام ترجمہ قرآن سے تقابل کیا جاتا ہے تو صاحبِ کنز الایمان کے ترجمے میں بہت خوبیاں اور انفرادیت نظر آتی ہیں۔ اس ترجمہ کی ایک اہم ترین خوبی عصرِ حاضر کے ایک بہت بڑے عالم دین حضرت علامہ مولانا عطا محمد بندیالوی علیہ الرحمۃ نے مولانا مفتی غلام نبی فخری صاحب مدظلہ العالی کے سامنے بیان کی، جو انہوں نے مجھ سے زبانی بیان کی۔ وہ فرماتے ہیں:۔

امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن کنز الایمان کی جہاں اور بے شمار خوبیاں ہیں وہاں ایک بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ اس ترجمہ کو جس علمی سطح کا آدمی پڑھے گا، اس کو اپنی علمی سطح کے مطابق ترجمانی ملے گی۔ ہر بلند علمی سطح کے عالم کو اس میں بلند علمی سطح کا ترجمہ ملے گا اور وہ اس مقام پر امام احمد رضا کے ترجمے کی بلندی کو سمجھے گا جب کہ باقی تراجم میں یہ خصوصیت نہیں پائی جاتی۔ اس لئے اردو زبان میں صرف امام احمد رضا کا ترجمہ ہی سب سے زیادہ مستند اور صحیح ترجمانی کرنے والا ترجمہ ہے۔

اب ملاحظہ کیجئے ان مفسرین کی فہرست جنہوں نے کنزالایمان کو ماخذ بنا کر تفاسیر لکھیں:۔

❖ حاشیہ خزائن العرفان فی تفسیر القرآن از مولانا مفتی محمد نعیم الدین مرادآبادی (۱۹۲۸ء)

❖ تفسیر امداد الدیان فی تفسیر القرآن از مولانا مفتی حشمت علی خان قادری پیلی بھیتی (۱۹۶۱ء)

❖ احسن البیان لتفسیر القرآن از علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری (۱۹۸۹ء)

❖ حاشیہ نورالعرفان از مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی (۱۹۷۱ء)

❖ تفسیر نعیمی از مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی (پندرہ جلدیں)

❖ خلاصۃ التفاسیر از مولانا مفتی خلیل احمد خان برکاتی (۱۹۸۳ء)

❖ تفسیر حسنات از مولانا مفتی سید محمد احمد قادری (۱۹۸۰ء)

❖ تفسیر نبوی از مولانا محمد نبی بخش حلوائی نقشبندی (۱۹۳۳ء)

❖ فیوض الرحمٰن اردو ترجمہ روح البیان از علامہ مولانا فیض احمد صاحب اُویسی

❖ نجوم الفرقان من تفسیر آیات القرآن از مولانا مفتی عبدالرزاق بھترالوی حطاروی

امام احمد رضا کے ترجمۃ القرآن کنز الایمان کو دیگر زبانوں میں بھی ترجمہ کیا جارہا ہے۔ جو ترجمے مختلف زبانوں میں کئے جاچکے ہیں اور شائع بھی ہوچکے ہیں، ان کی فہرست ملاحظہ کیجئے:۔

- ڈاکٹر حنیف اختر فاطمی (انگریزی)
- پروفیسر شاہ فرید الحق قادری (انگریزی)
- مفتی عبد الرحیم سکندری، شیخ الحدیث جامعہ راشدیہ، پیر جو گوٹھ (سندھی زبان)
- مفتی عبد المنان (بنگلہ زبان)
- مولانا غلام رسول اللہ دین (ڈچ زبان)
- مولانا اسمٰعیل حقی (ترکی زبان)
- مولانا نور الدین نظامی (ہندی زبان)
- قاری نور الہدیٰ نعیمی (پشتو زبان)
- ڈاکٹر عبد المجید (انگریزی)
- مفتی محمد حسین مقدم (انگریزی)
- سخاوت علی (انگریزی)
- مولانا حسن آدم گجراتی (گجراتی)
- مولانا ذاکر اللہ نقشبندی (پشتو) زیر طبع
- مولانا ریاض الدین شاہ صاحب (سرائیکی)
- مولانا پیر محمد چشتی صاحب (چترالی)

راقم الحروف نے ادارہ میں ۱۹۸۲ء کے آخر میں بحیثیت ادنیٰ کارکن شمولیت اختیار کی اور ادارہ سے وابستگی کے ساتھ ہی کنزالایمان پر پابندی کی آوازیں کانوں میں بازگشت کرنے لگیں۔ اس دوران کئی بڑے بڑے جلسوں میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی اور ادارہ کی کانفرنسوں میں بھی علماء سے کنزالایمان کی نمایاں خصوصیات سننے کو ملیں۔ نشتر پارک میں ۱۹۸۳ء میں ایک بہت بڑا احتجاجی جلسہ منعقد کیا گیا جس میں حضرت مفتی اختر رضاخاں قادری بریلوی الازہری مدظلہ العالی نے بھی شرکت کی۔ اس جلسے میں متعدد تقاریر نے دل پر اثر کیا اور بغیر سوچے سمجھے احقر نے ارادہ کرلیا کہ اب کنزالایمان پر پابندی کا علمی جواب اس پر Ph.D. کرکے دیا جانا چاہیے۔ چنانچہ سب نے احقر کی حمایت کی لیکن ضروری تھا کہ پہلے ایم۔اے کیا جائے۔ چنانچہ ۱۹۸۶ء میں اسلامیات میں کراچی یونیورسٹی سے ایم۔اے کیا اور اس میں تیسری پوزیشن حاصل کی۔ اس کے بعد جامعہ کراچی کے شعبہ اسلامک لرننگ کے استاد پروفیسر ڈاکٹر عبد الرشید صاحب کے پاس گیا اور اپنا مدعا بیان کیا۔ انہوں نے مولانا منتخب الحق قادری (۱۹۸۹ء) سے ملنے کیلئے کہا۔ احقر ان کے پاس گیا اور عرض کیا کہ احقر کنزالایمان پر علمی تحقیق کام کرنا چاہتا ہے۔ آپ نے ہمت بندھائی اور خاکہ لکھنے کیلئے کہا۔ احقر نے علمی احباب کی مدد سے خاکہ تیار کیا اور اس کو یونیورسٹی میں جمع کرادیا۔ جب اس خاکہ کی منظوری ہوئی تو اس کو صرف M.Phil. کیلئے منظور کیا گیا۔ احقر کو زیادہ معلومات نہ تھیں۔ یہ خیال کیا کہ پہلے اس پر ایم۔فل کیا جاتا ہے، بعد میں Ph.D. چنانچہ کام شروع کردیا۔ اس دوران پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد (م ۲۰۰۸ء) سے بھی برابر مشاورت جاری رہی۔ اس کام کے دوران ۱۹۸۹ء میں مولانا منتخب الحق قادری صاحب کا انتقال ہوگیا۔ پھر احقر نے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کو اپنا سپروائزر مقرر کروایا۔ ڈاکٹر صاحب کی توجہ سے احقر نے ۱۹۹۰ء میں مقالہ مکمل کرلیا اور اس کو جمع کرادیا۔ اب مرحلہ تھا ممتحن حضرات کا کہ یہ مقالہ کس کس کے پاس بھیجا جائے گا۔ آپ تعجب کرینگے کہ اس مرحلہ میں مجھے تین برس سے زیادہ لگ گئے۔ کبھی یہ مقالہ امریکہ بھیجا گیا، کبھی ساؤتھ افریقہ اور کبھی ہندوستان اور کبھی پاکستان کے مختلف اسکالرز کو بھیجا گیا۔ بالآخر اس کی ایک رپورٹ امریکہ کے ایک اسکالر کے پاس سے آئی اور ایک رپورٹ سندھ کے معمر اسکالر کے پاس سے آئی اور ان دونوں کی سفارش پر احقر کو ۱۹۹۳ء میں Ph.D. کی سند تفویض کردی گئی۔

اس مقالے کو حضرت ڈاکٹر محمد مسعود احمد کے علاوہ حضرت شمس بریلوی (م ۱۹۹۷ء) نے اول تا آخر بغور دیکھا اور پڑھا اور اس کی اصلاح فرمائی۔ اس کے علاوہ حضرت عبدالحکیم شرف قادری (م ۲۰۰۵ء) نے بھی اس کے چند اہم باب پڑھے اور انڈیا کے معروف مذہبی رہنما حضرت علامہ مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی نے بھی اس کو پڑھا اور احقر کی ہمت افزائی فرمائی۔ ان حضرات کے چند اقتباسات ملاحظہ کیجئے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی مجددی دہلوی علیہ الرحمۃ رقم طراز ہیں:۔

فاضل مقالہ نگار نے تقریباً چار سو ماٰخذ سے رجوع کیا ہے جس سے مقالے کے علمی معیار کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ڈاکٹر مجید اللہ قادری بنیادی طور پر چونکہ سائنس کے استاذ ہیں اس لئے ممکن ہے کہ بعض قارئین کو ان کی بعض عبارات میں جھول نظر آئے، تحریر میں پختگی بڑے ریاض کے بعد آتی ہے۔ ان شاء اللہ مستقبل میں یہ کمی بھی دور ہو جائے گی۔ ڈاکٹر مجید اللہ تحقیق کا ذوق رکھتے ہیں، اور جب لکھتے ہیں تو موضوع کا حق پورا ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ بات مقالے کے مطالعے کے بعد سامنے آجائے گی۔

آخر میں مقالہ نگار کے بارے میں یہ کہنا چاہوں گا کہ وہ شعبہ ارضیات کے استاد ہیں، جدید رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ پھر انہوں نے ہمت کی اور رنگ بدلا اور اللہ کے رنگ میں رنگ گئے۔ اللہ تعالیٰ یہ رنگ اور گہرا کردے۔ آمین

ارضیات میں مہارت کے باوجود انہوں نے بلند ہمتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جامعہ کراچی سے ایم اے اسلامیات کیا اور زمین (ارضیات) سے آسمان (اسلامیات) کی طرف سفر شروع کیا۔ ان کے والد گرامی شیخ حمید اللہ قادری حشمتی علیہ الرحمۃ سلسلہ قادری میں بیعت تھے، عاشق رسول تھے اور فقیر سے بہت محبت کرتے تھے۔ فاضل مقالہ نگار نے بہت جلد میدانِ تحقیق میں قدم بڑھایا، ان کے کئی وقیع مقالات اور رسائل شایع ہو چکے ہیں اور برابر شایع ہو رہے ہیں۔ تحقیق میں علم سے زیادہ لگن کی ضرورت ہوتی ہے۔ الحمدللہ ان میں یہ لگن بدرجہ اتم موجود ہے اور مسلسل مطالعہ سے علم میں ترقی کر رہے ہیں۔ راقم کی دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ ان کو دین و دنیا میں سرفراز کرے۔ مسلکِ اہلسنّت وجماعت کی خدمت کرتے رہیں اور امام احمد رضا محدثِ بریلوی کا نام روشن کرتے ہیں۔ (اظہارِ مسعود از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ۱۹۹۸ء بر مقالہ کنزالایمان اور معروف اردو تراجم قرآن، ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا ۱۹۹۹ء)

صدر ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، محترم جناب سیّد وجاہت رسول قادری کا تبصرہ بھی ملاحظہ کیجئے:۔

زیرِ نظر تحقیقی مقالہ کنز الایمان اور دیگر معروف اردو قرآن تراجم کا تقابلی مطالعہ میں محترم پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے سینکڑوں تراجم، بیسیوں تفاسیر اور شروح الاحادیث کی روشنی میں واضح دلائل اور مثالوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ امام احمد رضا محدثِ بریلوی کے ترجمہ ٔ قرآن کنز الایمان بدرجہ اتم مذکورہ خصوصیات کا حامل ہے اور اسی وجہ سے دیگر اردو تراجم کے مقابلے میں اس کی اپنی انفرادیت اور امتیازی نشان ہے اور یہ ایک اعلیٰ معیار و مراتب کا حامل ہے۔

مقالہ نگار کی جانفشانی اور دقت نظری کا اندازہ کتابیات کی فہرست سے لگایا جاسکتا ہے۔اس کی چند خصوصیات یہ ہیں:۔

- امام احمد رضا فاضل بریلوی کے اردو ترجمہ ٔ قرآن کنز الایمان پر نقد و نظر کے حوالے سے .Ph.D کی یہ پہلی تھیسس ہے۔
- قرآنی آیات، تراجم قرآن اور تفاسیر و احادیث کے حوالہ جات کا ایک عظیم ذخیرہ مہیا کیا گیا ہے جو اس موضوع پر تحریر کئے گئے کسی اور مقالہ میں نہیں ملتا۔
- ترجمہ و تفاسیر قرآن پر کام کرنے والے بعض گم نام حضرات اور ان کے قلمی کارناموں کو بھی دریافت کر کے مستقبل کے محققین کیلئے آسانی پیدا کی گئی ہے۔
- زبان و بیان سادہ ہے اور علمی و فنی اصطلاحات کی تسہیل کی گئی ہے۔

(پیش لفظ برائے مقالہ کنز الایمان اور معروف اردو تراجم قرآن)

علامہ عبد الحکیم شرف قادری علیہ الرحمۃ تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

اس وقت مقالے کے تین باب میرے سامنے ہیں۔فاضل محقق نے ساتویں باب میں صحیح بخاری، تفسیر کبیر، تفسیر ابن کثیر، تفسیر روح البیان، وغیرہ۔ بیسیوں عربی اردو تفاسیر اور اردو تراجم کا مطالعہ کیا ہے اور ان کا حوالہ دیتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی کے ترجمہ کی اہمیت و افادیت سامنے آجائے گی۔

آٹھویں باب میں کنز الایمان کی امتیازی خصوصیات بیان کرتے ہوئے مثالیں دیکر بتایا ہے کہ کنز الایمان کا اسلوبِ ترجمہ تمام اردو تراجم سے بہتر اور فائق ہے۔نویں باب میں کنز الایمان پر اعتراضات کا تنقیدی جائزہ لیا ہے اور ان کے اعتراضات بے بنیاد شکوک و شبہات سے زیادہ حیثیت نہیں۔ (تبصرہ بر مقالہ کنز الایمان اور معروف اردو تراجم قرآن)

حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی کا اظہارِ خیال:۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے اس مقالے کے لکھنے میں بڑی جانفشانی، عرق ریزی اور دقتِ نظر سے کام لیا ہے بلکہ مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ آپ نے اس مقالے کو عمدہ سے عمدہ اعلیٰ سے اعلیٰ کرنے میں اپنی پوری ذہنی توانائیاں صرف کر دی ہیں جس کے مطالعہ کرنے کیلئے آپ نے سیکڑوں کتابوں کا بالا ستعیاب مطالعہ کیا اور متعلق باتوں کو محفوظ کیا۔ پھر ان سب کو نہایت عمدگی سے مرصع کر کے اپنی تحقیق کو نہایت خوب صورت انداز سے سجایا کہ جی چاہتا ہے کہ آپ کو زندگی بھر داد دیتا رہوں۔

آپ کا یہ مقالہ ایسا گلدستہ ہے جو صرف ایک باغ کے پھولوں سے نہیں سجایا گیا بلکہ پورے عالم کے باغوں سے اعلیٰ سے اعلیٰ پھولوں کو منتخب کر کے سجایا گیا ہے جس سے ایک طرف مجددِ اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے آپ کی روحانی وابستگی اور بے پناہ عقیدت کا اندازہ ہوتا ہے تو دوسری طرف اس بات کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ایک عامی مولف نہیں بلکہ اپنے وقت کے ایک ممتاز محقق ہیں اور یہ سب فیض ماہر رضویات محسن رضویت مکرم و معظم جناب ڈاکٹر مسعود احمد مدظلہ العالی کا ہے جن کی رہنمائی میں آپ نے ایک ایسا مقالہ لکھا جسے پڑھنے کے بعد دنیا کو کہنا پڑے گا:۔

كم ترك الاولين للاخرين

(اظہارِ خیال، ص ۴۲۵۔۴۲۶)